میں ــــ کہ زندگی ہوں!

رضی احمد صدیقی

میں کب وجود میں آیا' یہ تو میں نہیں جانتا اور غالباً" کوئی بھی نہیں جانتا۔ بس اندھیرے میں ٹاک ٹوئیاں مارنے والی بات ہے۔ مگر یہ طے ہے کہ اس کرہ ارض کی پیدائش کے ساتھ ہی میں وجود میں آگیا تھا۔ جب یہ زمین پیدائش کے عمل سے گزر رہی تھی اور صرف گیسوں کا مجموعہ تھی' اس وقت میرے ماں باپ بھی موجود تھے۔ میری ماں آکسیجن قد و قامت میں میرے باپ ہائیڈروجن سے آدھی تھی' اور وزن میں تو اتنی ہلکی پھلکی کہ ایک اور سولہ کی نسبت تھی۔

پھر میں پیدا ہوا تو کرہ ارض کی رگ رگ میں اتر کر اتھاہ گہرائیوں تک پہنچ گیا۔ مجھے خالق کائنات نے وہ صفات عطا کیں' اور وہ مقام دیا' جو شاید کسی کے بھی نصیب میں نہیں۔ میں مائع' ٹھوس اور گیس' ہر صورت میں ہمہ وقت موجود رہتا ہوں۔ میں ماحول سے مطابقت کا بڑا قائل ہوں کہ جینے کا قرینہ ایسے ہی آتا ہے۔ اگر بدل سکو تو اپنے مزاج کے مطابق ماحول بدل دو ـــ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر ماحول کے مطابق اپنے راستہ پر چلو' یا سمجھوتہ کر لو۔ ورنہ مٹ جاؤ گے اور تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں ـــ یہ سمجھوتے اور ماحول سے مطابقت بہرحال میری فطرت' میرا مزاج اور میری اصلیت نہیں بدل سکتے۔

جی تو میرا چاہتا ہے کہ مائع رہوں' خوب اچھل کود کروں کہ حرکت میں برکت ہوتی ہے' پھر آزادی بھی خوب' اور میری اصل شکل بھی یہی ہے ـــ لیکن اگر حالات تقاضا کر دیں تو ٹھوس ہو جانے میں بھی کوئی تامل نہیں۔ اور اگر بہنے کی بجائے فضا میں گیس کی مانند بلند ہونا ضروری ہو جائے' تو ابخرات بن کر بادل کہلوا کر فضائے بسیط میں خراماں خراماں چہل قدمی میں بھی لطف اٹھاتا ہوں۔ موقع اور حالات کے تقاضے ہوں تو فوراً مادر گیتی کی طرف برف' اولے یا پھر بارش کی صورت لپک پڑتا ہوں' کہ بہرحال چین تو آغوشِ مادر ہی میں ملتا ہے۔

اور ہاں --- ماں کو بھی میری بڑی تڑپ رہتی ہے' کہ زندگی کی ہر صورت میری ہی مرہون منت ہے۔ کہیں نہ جاؤں' نہ پہنچوں تو قحط کا سماں ہو جاتا ہے' ہری بھری کھیتیاں اجاڑ ہو جاتی ہیں' انسان' چرند پرند' حشرات الارض سب پر موت کے سائے منڈلانے لگتے ہیں۔ نہ کچھ کھانے کو رہتا ہے' نہ پینے کو --- کہ زندگی مجھ ہی سے عبارت ہے۔

میں نظر تو آتا ہی ہوں' مگر کبھی اوجھل بھی رہتا ہوں اور نمی اور سیلن کہلاتا ہوں۔ بالکل ہی پوشیدہ پتھروں اور معدنیات میں رہتا ہوں۔ پھیلتا ہوں تو ہزاروں میل کی وسعت کا سمندر ہوں' سمٹتا ہوں تو شبنم کا ننھا منا سا قطرہ جو پھولوں کی پنکھڑیوں پر بڑی نزاکت سے برا جمان ہوتا ہے۔ رگوں میں دوڑتے پھرنے اور آنکھ سے ٹپکنے میں بھی میں ہی شامل ہوں۔ میں جذبوں کا اظہار بھی ہوں' خواہ وہ خوشی کے ہوں یا غمی کے۔ ندامت کا پسینہ بھی میں ہی ہوں جسے شانِ کریمی موتی سمجھ کر چن لیتی ہے' اور سچ مچ کا موتی بھی سیپ کی کوکھ میں مجھ ہی سے جنم لیتا ہے۔

پہاڑوں کی اونچائیوں پر' جن میں سے بیشتر نے میرے اندر ہی پرورش پائی ہے' مجھے شوخیاں اور اٹھکیلیاں سوجھتی ہیں۔ اچھل کود' پتھروں سے کھیلنا اور الجھنا' شور مچانا مجھے بہت اچھا لگتا ہے کہ یہ میرے لڑکپن کا زمانہ ہوتا ہے --- اور لڑکپن کا زمانہ تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ انھیں شوخیوں میں بہت سے پتھروں کو اپنا ہم سفر بنا لیتا ہوں۔ جو میرا ساتھ دینے سے انکاری ہوں' انھیں نوچتا ہوں' کھسوٹتا ہوں اور زخم لگاتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہوں' بڑے بڑے پتھر میرا ساتھ دیتے دیتے ہانپ جاتے ہیں' راستہ میں کہیں پناہ ڈھونڈ لیتے ہیں' اور میرے راستے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ورنہ جو زخموں سے چور چور ہو کر ذرات میں تبدیل ہوں' منزل تک میرا ساتھ دیں' پھر ان کا ٹھکانہ سمندر ہو جاتے ہیں' جہاں وہ نڈھال ہو کر سمندر کی تہہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں سال کے لیے گہری نیند سو جاتے ہیں۔ جو ذرا سخت جان ہوتے ہیں' وہ میرے میدانوں میں آتے ہی' جب میری رفتار سست ہو جاتی ہے' ساتھ چھوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ منزل تک نہیں پہنچ پاتے' مگر راستہ میں بھی فنا' جلد یا بدیر' ان کا مقدر ہوتی ہے کہ فنا ہی میں بقا ہے' اور اسی فنا کے بعد انھیں پھر مصائب جھیل کر اور سختیوں سے گزر کر کندن بننا ہوتا ہے اور دوبارہ بلکہ بار بار پہاڑوں کی بلند و بالا چوٹیوں کی سربلندی نصیب ہوتی ہے۔

کبھی میں چشموں کی صورت ابلتا ہوں' کبھی یخ اور فرحت بخش مشروب کی صورت میں کہ پیا جاؤں تو رگوں میں تازگی اترتی چلی جائے' اور کبھی گرم اور اتنا گرم کہ ہاتھ ڈالو تو آبلے پڑ جائیں۔ یہ حدت اور تپش میں زمین کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے ساتھ لاتا ہوں تاکہ زمین کے

طبقات اور گرم چٹانیں سکون پذیر ہوں۔ شدید گرمی کے ساتھ ساتھ میرے ساتھ بہت سی معدنیات بھی چل پڑتی ہیں' جو اپنے اپنے مزاج کے مطابق حدت میں کمی آنے کے ساتھ ہی الگ الگ ہوتی چلی جاتی ہیں۔ جب تک میں سطح زمین پر آؤں بس گندھک ہی میری رفیق رہ جاتی ہے۔ میرے اندر رچی بسی یہ گندھک بہت سے امراض کا علاج بنتی ہے۔ میرے اندر کی شدید حدت اور تپش توانائی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

یوں میں سارے کرہ ارض کی گہرائیوں' سطح اور فضا سب پر محیط ہوں۔ جہاں میں ہوں وہیں زندگی ہے' اور جہاں میرا وجود نہیں وہاں زندگی بھی مفقود ہے۔ زندگی کا آغاز بھی میری کوکھ ہی سے ہوا ہے اور رب کائنات نے مجھے وہ اعزاز بخشا ہے جس پر میں جتنا بھی ناز کروں کم ہے۔

میری روانی کو روک دو' اس پر قابو پالو' ذخیرہ کر لو' اور اپنی مرضی سے رواں کرو' تو نہروں کے ذریعہ دور دور تک پیاسی زمین کو سیراب کرتا چلا جاؤں کہ بنجر زمینوں سے لہلہاتی کھیتیاں ابھریں اور زندگی کی خوشیاں مسکرائیں۔ توانائی کے سوتے پھوٹیں' ہر طرف تیز روشنیاں جگمگائیں' کارخانے چلیں اور تہذیب اپنی ارتقا کی منازل جلدی جلدی طے کرتی بڑھتی چلی جائے۔ زندگی کو آسانیاں نصیب ہوں ---- میں بپھر جاؤں تو سیلاب کی صورت بستیوں کی بستیاں اجاڑتا چلا جاؤں۔ قہرِ خداوندی بن جاؤں تو طوفانِ نوح ہو جاؤں۔

ایک معصوم شیرخوار پیاسے بچے کی ایڑیاں زمین سے رگڑیں' رحمتِ پروردگار جوش میں آئے' تو زمین سے ابل پڑوں اور پھر رواں رہوں' ایسے کہ دنیا بھر میں "آبِ زم زم" کہلاؤں اور ابدی عزت و احترام پاؤں۔ "پوتر جل" اور "ہولی واٹر" بھی میں ہی ہوں۔ اللہ نے میرے اندر خوراک کے ذخیرے بھی بے اندازہ جمع کر دیے ہیں' زمینی خوراک سے دل بھر جائے تو سمندری غذا کھاؤ کہ ہزار ہا قسم کی مچھلیاں میرے بطن میں تمہارے ہی لیے پرورش پاتی ہیں۔

ساری ناپاکیوں اور غلاظتوں کو دور کرنا' خواہ وہ زمین کی ہوں' فضا کی ہوں یا پھر انسانی اور حیوانی اجسام کی ہوں' میری صفت ہے۔ لیکن انسان کی پیدا کردہ آلودگی سے چھٹکارا پانے میں بے بس ہوں۔ ترقی' دن دونی رات چوگنی ترقی اور ہر قیمت پر ترقی اور تن آسانی' حد یہ ہے کہ چاہے اپنا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے' یہ حضرتِ انسان کا جنون بن گیا ہے' اور یہی جنون میرے اندر زہر بھر دیتا ہے ---- یعنی زندگی میں زہر' اور جب میرے ساتھ ساتھ وباؤں اور نت نئے امراض کے اثرات دنیا بھر میں پھیلنے لگتے ہیں تو مجھے اپنے وجود سے شرم آتی ہے' مگر میں کر بھی کیا سکتا ہوں ---- ؟

میری قدر کرو کہ میں زندگی ہوں ---- زندگی کی قدر نہ کی تو زندہ کیسے رہو گے ؟